معیار: علمی وتحقیقی مجلّہ ,شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد:۱، شمارہ:۱، جنوری- جون ۲۰۰۹ء

مثنوی ’نامۂ شوق‘

سید حسن عباس*

استاد شیخ ابراہیم ذوق دہلوی (۱۲۰۴-۱۲۷۱ھ) کے شاگردوں میں ایک نام حکیم سلطان رام پوری کا بھی ملتا ہے لیکن بد قسمتی سے سلطان کے بارے میں اکثر تاریخ وتذکرے خاموش ہیں۔علی گڑھ مزمل لائبریری میں نواب رحمت اللہ خاں شروانی کی عنایت سے حکیم سلطان کے دیوان کا نادر مخطوطہ دیکھنے کا موقع ملا۔ دیوان سلطان کا یہ مخطوطہ جس کا نمبر ۸۵۹-۸۶۰ ہے، بلا شبہ نوادرِ روزگار سے ہے۔اس سے استاد ذوقؔ دہلوی کے شاگردوں کی فہرست میں ایک اور نام کا اضافہ ہوتا ہے۔ دیوان ردیف وار مرتب ہے۔ یہ نسخہ خط نستعلیق میں اور غالباً بہ خط شاعر ہے۔نسخہ آب دیدہ ہے لیکن مجلّد اور مکمل ہے۔ دیوان کی ترتیب کا سال ۱۲۸۵ھ/۶۹-۱۸۶۸ء ہے۔ دیوان میں ترقیمہ اور قطعاتِ تاریخِ ترتیب بھی ہیں۔

’’تمت بالخیر الحمد اللہ کہ نسخہ ہذٰا بتاریخ ۶ شہر ذی الحجہ یوم یکشنبہ ۱۲۸۵ ہجری قدسی در قصبہ جھنجنوں صورت اختتام یافت۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

زان کہ من بندۂ گنہگارم‘‘ (ص ۲۳۹)

صفحہ ۲۴۱-۲۴۰ پر مولوی غیاث حسین صاحب قبول کے قطعاتِ ترتیبِ دیوان ملتے ہیں۔قطعات سے پہلے ذیل کی تعارفی عبارت سلطانؔ نے لکھی ہے۔:

’’جناب مولوی غیاث حسین صاحب قبول تخلّص ساکن نارنول مدرس خاص جھنجنوں کہ یکی از عنایت فرمائے حال این خاکسار ہستند، از نتائج طبع آن گرامی است۔‘‘

فکرِ سلطاںؔ سے مرتّب ہوا جب یہ دیوان | اور گلزار معنی کا ہوا اوس سے عیاں

یہ زبانِ شعرا ہے جو کلیدِ اسرار | آشکار ہووے ہر ایک پہ سب رازِ نہاں

سن کے لکھنے کا قبولؔ اوس کے ہواشوق مجھے | اور طبیعت ہوئی اس بات کی از بس خواہاں

واہ وا، مونہہ سے وہیں نکلی ہر اک بلبل کے | لکھی تاریخ جو ’’بستانِ خیالِ سلطاںؔ‘‘

* پروفیسر، شعبۂ فارسی، بنارس ہندو یونیورسٹی، ورانسی، بھارت

''بستانِ خیال سلطاںؔ سے ۱۳۰۴ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں لیکن جب، واہ وا، کے ۱۹ اعدد نکال دیے جائیں تو دیوان کی ترتیب کا سال ۱۲۸۵ھ برآمد ہوجاتا ہے۔

قبولؔ کی ایک اور تاریخ ہے جو دراصل تاریخ اِتمام دیوان ہے۔

حکیمِ سخن سنج حکمت مآب — کہ ہر خاص و عام است ازو فیض یاب
برآوردہ از بحرِ طبع بلند — گہر ہائے روشن تر از آفتاب
بہ ہنگامِ تکمیلِ دیوان او — پے سالِ آں آمدم در حساب
ندا زد درو مدخلے پائے عیب — ہنر ہاش ظاہر بہ ہر شیخ و شاب
بگفتم سَنِ اختتامش قبولؔ
کہ دیوانِ سلطاں بُوَد انتخاب

۱۲۹۲ھ

بقول شاعر: مذکورہ تاریخ میں سے لفظ ''عیب'' کے ''ب'' کے دو عدد نکال دینے سے سالِ اِتمام دیوان ۱۲۹۰ھ برآمد ہوجاتا ہے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اس دیوان کی ترتیب سے تکمیل تک پانچ برس کی مدت صرف ہوئی۔

حکیم سلطاںؔ رام پوری کے بارے میں اطلاعات کا فقدان ہے البتہ دیوانِ سلطاںؔ کے آخر میں ۱۲۵۹ اشعار کی ایک مثنوی ''نامۂ شوق بہ دوستی بہ اظہارِ محبت، بہ طرزِ عاشقانہ'' ملتی ہے جس کے مطالعے سے چند باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ سلطاںؔ کا پیشہ طبابت تھا۔ یہ اُن کے نام یا تخلص کے ساتھ لفظ ''حکیم'' کے سابقہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔
۲۔ وہ جھنجھنوں میں رہتے تھے اور ٹونک کے حکیم کے نام سے جانے جاتے تھے۔
۳۔ ثروت مند نہیں تھے مگر طبابت کے پیشے کے سبب مشہور ضرور تھے۔
۴۔ غالباً طبابت عثمان خاں کے والد سے سیکھی تھی۔
۵۔ سید عثمان، سلطان کے دوست کے فرزند تھے۔
۶۔ سید انعامؔ کو سلطاںؔ نے اپنا استاد کہا ہے۔
۷۔ مولوی محمد یار جو شاعر تھے، سلطان کے استاد زادہ تھے۔
۸۔ سلطان کو شاعری میں ذوقؔ دہلوی (؟) سے تلمذ تھا۔

آخر الذکر بات ان کی غزلوں کے مقطعے سے معلوم ہوتی ہے۔ دیوان میں ایسی کئی غزلیں ہیں جن کے مقطعوں میں سلطاںؔ نے استاد ذوق کا نام اور ان سے اکتساب کا صراحتاً اعلان کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

اک غزل سلطاںؔ ہم لکھتے ہیں اس میں اور بھی
ذوقؔ سے ذوقِ سخن دیکھیں تو کیسا ہو گیا (ص۶)

شاعری سے تجھ کو کیا نسبت تھی سلطاںؔ ہے تو یہ
ذوقؔ کی خدمت میں کیا آیا سخن ور ہو گیا (ص۱۰)

سلطاںؔ تو شعر اور بھی پڑھ اس میں دیکھ تو
اللہ نے ذوقؔ کو ترا استاد کر دیا　　(ص۶۸)

سلطاںؔ اگر نہ یہ مددِ شاہ ذوقؔ ہو
لذت سخن میں کس کی ہو ، کس کا بیاں لذیذ　　(ص۸۴)

ذوقؔ ساہی جب سخن ور اٹھ گیا سلطاں تو اب
کون ہے جس سے کہ چاہیں پھر سخن کی داد ہم　　ص۱۳۰-۱۲۹

سلطاںؔ ہے فکر شعر میں کاوش ضرور کیا
اک ذوقؔ تھا سو وہ ہی اب اے مہرباں نہیں　　(ص۱۴۲)

ذوقؔ کے فیض سے سلطاںؔ تو غزل اور بھی
کر بہ تبدیلِ قوافی ، وہ رقم دیکھیں تو　　(ص۱۷۸)

سلطاںؔ وہ فیضِ ذوقؔ سے ہے طبع کچھ رسا
اپنا تو آج شعر میں ہم سر نہ ہو نہ ہو　　(ص۱۹۲)

گرم کیوں طبع سے سلطاںؔ نہ مضامین لکھیں
روحِ ذوقؔ آکے سدا دیتی ہے امداد مجھے　　(ص۲۳۳)

اک غزل اور بھی لکھ اے سلطاںؔ
ذوقؔ مرحوم کی عنایت ہے　　(ص۲۳۸)

اب چند سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں کہ آخر سلطاںؔ نے ذوقؔ سے کب اور کیسے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ اکتساب کی صورت کیا تھی۔ دہلی میں مقیم تھے یا کسی اور ذریعے سے اصلاحِ سخن لیتے تھے۔ کس کے توسط سے ذوقؔ تک رسائی ہوئی۔ یہ ذوقؔ دہلوی ہی ہیں یا کوئی اور ذوقؔ لیکن دیوانِ سلطاںؔ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک ہی رہا اور پھر مذکورہ بالا مقطعوں میں ذوقؔ کو مرحوم بھی لکھا گیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ذوقؔ کا جس زمانے میں انتقال ہوا تھا یعنی ۱۲۷۱ھ میں، سلطاںؔ رام پوری حیات تھے۔ اس لیے قرین قیاس ہے کہ یہ ذوقؔ دہلوی ہی ہوں گے۔

میں نے دیوان کے سرسری مطالعہ کے دوران شاعر کی کچھ غزلیں اور متفرق اشعار کے ساتھ مثنوی ''نامہ شوق'' نقل کی تھی اور یہ اس امید پر ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے کہ شاید سلطاںؔ رام پوری کے بارے میں کچھ اور اطلاعات دست یاب ہوں جائیں۔

دیوان کے صفحہ۲ پر نعت شریف سید المرسلینؐ ہے جس کا ایک مصرع یہ ہے:

مرحبا مرحبا رسولؐ اللہ

ص۳ پر منقبت ملتی ہے جو مخمس میں ہے اس کا ایک بند یہ ہے:

مشکل کو میری حل شہِ مردان کیجے　　مشکل جو کام ہیں مرے آسان کیجے
کسی منہ سے یہ تو میں کہوں احسان کیجے　　بہر خدا ضرور ہے ہر آن کیجے

مشکل کشا ہو تم ہی تو مشکل کشا علیؑ

''نعتیہ غزل'' کے عنوان سے یہ نعت ملتی ہے:

بندہ ہوں میں تو ایک خدائے کریم کا
میں اک گدا ہوں اپنے کریم و رحیم کا

میں ہم زباں ہوں طائرِ عرشِ عظیم کا
بلبل ہوں ایک باغ قدم کے قدیم کا

میرا شفیع احمدؐ مختارِ با وفا
دل بستہ اس کے گیسوے عنبر شمیم کا

دریاے معرفت کا وہی ہے دُر یتیم
بیعانہ خلق ہے اُسی دُرِّ یتیم کا

جتنے نبی ہیں رتبۂ عالی سے پست ہیں
پہنچا نہ اس کے رتبے کو رتبہ کلیم کا

جلوہ خدا خود اپنا دکھا آپ چھُپ گیا
چادر وہ لے کے منہ پہ محمدؐ کی میم کا

کیا مدح اس کے خُلق کی ہووے بھلا کہ ہے
مدّاح خود خدا ہے جو خلقِ عمیم کا

وہ تو کبھی یہاں کا نہ واں کا کہیں کا ہو
جو معتقد نہ اس کے ہو چاروں ندیم کا

کاہیدہ جسم ہے یہ ہواے مدینہ کا
یا رب اڑا کے لے چلے جھونکا نسیم کا

میرا علاجِ قلب ، مدینے کی ہے ہوا
نقلِ مکان علاج ہے ایسے سقیم کا

امداد آرزو ہے مری قبر میں میرا
دل سہم ناک ہووے نہ شکل سہیم کا

یارب بہ حق حسنؑ و حسینؑ اور بتولؑ کے
ہو جاوں یکّہ تاز رہِ مستقیم کا

کیوں آفتابِ حشر پہ چشمک نہ میں کروں
سلطاںؔ جو سر پہ سایہ ہو کوثر قسیم کا

ایک نعت اور ملاحظہ ہو:

نہ گر عالم میں نور احمدی جلوہ کناں ہوتا
تو میں ہوتا نہ تو ہوتا نہ یہ کون و مکاں ہوتا

نہیں گر شان میں احمد کے احدیت نشاں دیتی
نشانِ بے نشاں ایسا بھلا کیوں کر عیاں ہوتا

نہ مسجد تھی نہ بُت خانہ، نہ کعبہ تھا نہ میخانہ
یہ جلوہ سب اسی کا ہے نہیں یہ کچھ کہاں ہوتا

خدا کے لطف سے یہ ہی ہوا ہے دست گیر اپنا
نہیں پھر کون تھا ایسا شفیع اُمّتاں ہوتا

حقیقت تیرے کینہ کی سبھی پیرِ فلک کھُلتی
مقابل میں اگر ہم سا کوئی آتش زباں ہوتا

احد احمد میں کیا دوری تھی مثل بو و گل سلطاںؔ
نہیں گر میم ہی کا فرق آپس میں میاں ہوتا (ص ۲-۳)

ردیف وار دیوان کی پہلی غزل یہ ہے۔

جلوۂ حسنِ خود نما دیکھا
مٹ گئی جب خودی خدا دیکھا

نقشۂ غیر جب مٹا دیکھا
ہم نے پھر کچھ نہ ماسوا دکھا

آپ میں کیا کہ ہم (نے) سب شے میں
جلوۂ اُس کا ہی جا بہ جا دیکھا

دل (ہے) قطرہ (تو) عین کثرت میں
بحرِ وحدت کا بُلبلا دیکھا

بند جب آنکھ ہم نے کی اپنی   تھا جو مخفی کُھلا کُھلا دیکھا
وہ نظر میں ہے اور نظر سے دُور   دل کیا آنکھوں سے بارہا دیکھا
وائے رسوائی اور ناکامی   لذتِ عشق کا مزا دیکھا
جلوہَ ذاتِ حق ظہورِ خاص   احمد پاک مصطفاً دیکھا
احد (اور) احمد ایک ہیں دونوں   فرق اک میم کا ذرا دیکھا
چار عنصر ہیں اس کے چاروں یار   ایک سے ایک کو سوا دیکھا
مُردمِ چشم و نورِ دیدہَ خاص   نہ حُسینؑ و حَسنؑ سوا دیکھا
خاکساروں کا بعد مرگ غبار   چشمِ اختر میں توتیا دیکھا

چنداورغزلیں اورغزلوں سے منتخب اشعارپیش کیے جارہے ہیں۔

یہ کس زلف کا دھیان آنے لگا   کہ اک ابرِ غم دل پہ چھانے لگا
اُسے زندہ در گور کرکے رہا   جسے عشق الفت جتانے لگا
مری خاک آئے جہاں جس کے ہاتھ   وہ غم کا ہی پُتلا بنانے لگا
ہو ضبط ِ فغاں عشق میں کب تلک   کلیجا ہی جب منھ کو آنے لگا
دلِ زار خوں ہو کے مژگاں پہ آ   غمِ یار آنکھیں دکھانے لگا
لے اب تو ہوا شاد خوش باش قاتل   ترا کشتہَ غم ٹھکانے لگا
مرے ساتھ کینہ ہے کچھ چرخ کو   کہ بیٹھے بٹھائے ستانے لگا
بڑھانے لگا ہجر کے زور کو   شبِ وصل کافر گھٹانے لگا
ہنسی مجھ کو آتی ہے اس پر کہ سلطاںؔ
میں رویا تو وہ مسکرانے لگا (ص۴۴)

وہ کبھی آشنا نہیں ہوتا   بے وفا با وفا نہیں ہوتا
سر جو تیرا پھرا نہیں ہوتا   دل تو یوں مبتلا نہیں ہوتا
کون سی جا ہے جس جگہ پیارے   ذکر میرا ترا نہیں ہوتا
خونِ عاشق سے ہاتھ رنگیے گا   ایسا رنگِ حنا نہیں ہوتا
کون سی جا سخن پہ سلطاںؔ کے
مرحبا مرحبا نہیں ہوتا (ص۵)

سب سے ملتے ہو بَر ملا صاحب   کیا سبب ہم سے کیوں حیا صاحب

دے جو دل تم سے بے مروت کو		کون ہے کس کا سر پھرا صاحب
بیٹھے بیٹھے یہ جی میں کیا آئی		اٹھ چلے ہو کے جو خفا صاحب
دل لیا اور لے کے قدر نہ کی		آفریں تم کو مرحبا صاحب
(ص۵۱۔۵۲)

خزاں سے جائے چمن میں اگر بہار الٹ		تو کیوں نہ جائے دلِ عندلیبِ زار الٹ
چمن میں آئے کہیں موسم بہار الٹ		الٰہی جائے خزانِ سیاہ کار الٹ
خلش سے خار کی بلبل کا ناک میں دَم ہے		الٰہی آئے کہیں موسم بہار الٹ
وہ ایک بار بھی سیدھا ہوا نہ سلطاںؔ حیف		دیا ہے جس نے مرے دل کو بار بار الٹ
(ص۶۵۔۶۶)

ہے وہ سلطاںؔ سخن بے شک ہے جس کا یہ کلام		سب یہ کہتے ہیں سخن داں اپنا دیوان دیکھ کر
(ص۸۸)

چشمِ تر کی بدولت اے سلطاںؔ		موتیوں کا میں ہار رکھتا ہوں
(ص۱۳۵)

خاص دل سے ہوں میں سلطاںؔ معتقد شبیرؑ کا		کیا عجب دیں حشر کے دن جامِ کوثر ہاتھ میں
(ص۸۸)

ہے یہی دعا ہووے کہ سلطاںؔ ہو قبول		حشر کے روز اٹھیں سایہ شبیرؑ کے بیچ
(ص۸۸)

سلطاںؔ یہی ہے اپنی دعا ہے یہ مدعا		ہوں روز حشر ساقیِ کوثر کے آس پاس
(ص۹۹)

مذکورہ اشعار اور مثنوی ''نامۂ شوق'' کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ سلطان رام پوری بہت پُرگو شاعر تھے۔ ان کی شاعری قدیم طرز کی ہے جس میں گل و بلبل اور حسن و عشق کے ساتھ غمِ جاناں اور غمِ دوراں کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ دیوان میں ورق ۲۴۱ سے ورق ۲۴۸

۱۔ 'پاس' کی ردیف میں ذوق کی بھی ایک غزل ہے:
تیر و کماں ہے گر بُتِ ناوک فگن کے پاس		آہ و قد خمیدہ ہے اس خستہ تن کے پاس

تک یہ مثنوی ملتی ہے۔ یہ ایک عاشقانہ مثنوی ہے جو بطور نامہ لکھی گئی ہے۔ آغازِ کلام میں شاعر اپنے کسی مشفق کو اپنی خیریت لکھتا ہے اور شوق ملاقات میں بے حال نظر آتا ہے۔ جب اسے عثمان خاں سے پتا چلتا ہے کہ وہ جس کے شوقِ دید کا مشتاق اور خواہاں ہے وہ یہاں آئی اور چلی گئی تو شاعر پر بے قراری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مثنوی کے پہلے حصے میں سلطاںؔ نے معشوق کا سراپا بھی بیان کیا ہے۔ مثنوی بہت رواں اور سادگی کی حامل ہے۔ نسخہ مخدوش ہونے کے سبب دو ایک جگہوں پر الفاظ پڑھنے میں نہیں آسکے۔ اسی طرح کتابت میں کہیں کہیں کسی مصرعے میں کوئی لفظ لکھنے سے چھوٹ بھی گیا ہے جس سے مصرعہ ناموزوں ہو گیا ہے اور اگر موزوں ہے تو اخذِ مطلب میں دشواری ہوتی ہے۔ ایسے مصرعوں کی نشان دہی (کذا) اور جو لفظ پڑھنے میں نہیں آسکا، وہاں تین نقطوں سے کردی گئی ہے۔ چوں کہ اب تک اس مخطوطے کا کوئی اور نسخہ معلوم نہیں ہو سکا ہے اس لیے مذکورۂ جگہوں کی تصحیح ممکن نہیں ہو سکی۔ اِملا قدیم ہے۔ ایک اور اک/ رہوئے اور ہوئی/ اسے اور اسی/ رگئے اور گئی ایسے الفاظ موخر الذکر شکل میں لکھے گئے ہیں۔ اسی طرح یہاں کی جگہ یاں یا برعکس اور وہاں کی جگہ واں یا برعکس کا استعمال بھی ملتا ہے جب کہ وزن میں یاں یا واں ہی مناسب معلوم دیتا ہے۔

سلطان کے اشعار اور مثنوی کی نقل و اشاعت کی اجازت دے کر نواب رحمت اللہ خاں شروانی صاحب نے علم دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی اس عنایت کے لیے میں ہمیشہ ان کا احسان مند رہوں گا۔ اہلِ نظر سلطاںؔ رام پوری کے بارے میں شاید کچھ معلومات بہم پہنچا سکیں اس طرح اردو کے شعری ادب میں سلطاںؔ جیسے قادر الکلام شاعر کا سرمایہ اضافہ متصور ہوگا۔ لیجیے اب مثنوی **نامۂ شوق**، ملاحظہ کیجیے۔

مثنوی نامۂ شوق

مہرباں میرے ! میرے مشفقِ حال — تم رہو فضلِ حق سے مالا مال
بعد از شوق و اشتیاق تمام — می رسانم سلامِ خیر انجام
اے مرے مہرباں! میرے مشفق — دُور ہوں دُور تجھ سے ہے یہ قلق
کیا لکھوں خیریت کا اپنے حال — نام ہے خیریت تو خیر محال
شوق نے تیرے کر دیا ہے چین — چین ہے ہجر میں کسے دن رَین
غم میں تیرے پڑا تڑپتا ہوں — دَم بہ دَم، دَم ہی تیرا بھرتا ہوں
میں کہ دل سے ہوں شیفتہ تیرا — چاہیے تجھ کو بھی خیال مرا
دل کے ہاتھوں سے اپنے ہم تو مَرے — ہائے رے ہائے رے ، ارے رے رے
کبھی بے تاب جب بھی ہوتا ہوں — شعرِ سلطاںؔ یہ پڑھ کے روتا ہوں
طپش دل ہے کیا، خدا جانے — کوئی آفت ہے یا بَلا جانے

[ص۲۴۲الف]

دل یہ خانہ خراب کیا جانے — کیا کرے گا یہ کیا، خدا جانے

ہو گئی تجھ سے کیا جدائی ہے — ایک آفت ہے اور تو آئی ہے
تازہ صدمہ ہوا یہ کیسا اور — مجھ کو بے تاب کر دیا فی الفور
بولے عثمان خاں کہ اے سلطان — وہ تو آئی بھی اور رہی ہے یہاں
اور کئی بار تج کو یاد کیا — پوچھا ہم سے مکان کا بھی پتا
ہم نہ تیرے مکاں کو جانتے تھے — تج سے ملنے سے رہ گئی ایسے
بس اٹھا سُن کے دل پہ شعلہ سا — شوق شوق بسکہ کیا کیا(کذا)
دل کو ہاتھوں سے اپنے تھام لیا — دیکھیے ورنہ اور ہوتا کیا
صدمہ ایسا ہوا کہ آہ رے آہ — دل یہ بگڑا کہ بس خدا کی پناہ
بیقراری سی بے قراری ہوئی — اشک باری سی اشک باری ہوئی
دل دھڑکنے لگا ہوا بے تاب — تھا گماں یہ کہ بَر میں ہے سیماب
بے خودی نے لیا کچھ ایسا دیا — نہ رہا ایک ذرّہ ہوش بجا
جب کہ رُلوا چکا دلِ نالاں — اور آئے گئے ہووے اَوساں
پھر شکایت فلک سے تھی ایسی — دولت آئی ہوئی گئی کیسی
ہو فلک تیری خانہ بربادی — یار ملتا تو ہوتی خوش حالی
تو نے کس کس کو مار ڈالا ہے — سچ ہے تو ایک ہی زوالا **(کذا)** ہے
ہے تیری سب یہ کار پردازی — فتنہ سازی ہے سب تیری بازی
پھر خجالت ہوئی گریباں گیر — ایسا کہنے لگا دلِ دل گیر

[۲۴۲ب]

کہ جو شاید کبھی ملیں گے وہ — یہ بتا تجھ کو کیا کہیں گے وہ
کس طرح آنکھ اُن سے جوڑے گا — یہ تو بتلا کہ تو کہے گا کیا؟
دل کو جب میں جواب دے نہ سکا — تب یہ دل ہی نے مجھ کو سمجھایا
عذر پکّا ہے یہ ترا سلطاںؔ — تو یہ کہنا مجھے خبر تھی کہاں
میں ولی تھا کہ غیب داں کچھ تھا — مجھ سے اس کا گلہ ہے بس بے جا
تم کو اتنی تو ہو گئی ہے خبر — ہے وہ سلطان ہاں یہیں تو مگر
یہ گلہ تو تمھیں پہ عاید ہے — مجھ پہ شاید ہے اور نہ باید ہے
ذکر گر اور جا پہ کرتے جناب — ایسا گم نام تو نہ تھا یہ خراب
کوئی تو تم کو ہاں نشاں دیتا — میں تو ہرگز چھُپا نہیں رہتا
کیوں کہ یہ پیشۂ طبابت ہے — ہر کہ ومہ کو اس سے حاجت ہے

نہیں دنیا کی گرچہ ثروت ہے — کہہ نہیں سکتا جیسی شہرت ہے
پوچھتے آپ اس طرح سے جو یاں — ٹونک کے ہیں حکیم ہیں وہ کہاں
بس اُسی وقت کوئی کہ دیتا — کہ فلانی جگہ وہ ہے رہتا
اور عثمان خاں وہ ہیں سردار — اُن کو پرواہ کیا ہے کیا درکار
وہ بھلا کب مری خبر رکھتے — ہوتی بھی گر خبر تو کب کہتے؟
کیوں کہ مجھ سے انھوں کے نوکر ہیں — وہ امیر اور ایک کم تر مَیں
بس تجاہل کو کام فرمایا — نہیں معلوم کیا خیال آیا
مجھ میں اور اُن میں کہیئے فرق ہے کیا — میں ہوں شاگرد اُن کے والد کا
یوں جو دیکھو تو ہیں مرے بھائی — ہاں مگر یہ انھیں نہیں بھائی
اور سیّد جو ہیں میاں عثماں — تھی ملاقات میری اُن کی کہاں
ایک دن گھر پہ خانِ والا کے — میں بھی بیٹھا تھا وہ بھی بیٹھے تھے

[۲۴۳الف]

بولا اک شخص نام لے کے مرا — ہے تو سلطاںؔ خاں مزاج اچھا
سید عثمان یہ سن کے چونک اٹھے — میری نسبت سے اُن سے کہنے لگے
کیوں جی سلطاںؔ خاں تو ہیں وہ یہی — جستجو تھی ، تلاش تھی جن کی
پھر کہا یہ انھوں نے ہیں وہ یہی — تھی نہ ان کی مکاں سے آگاہی
جس جگہ پر یہ پہلے رہتے تھے — بارہا واں تو ہم بھی جاتے رہے
اور اب جس جگہ میں رہتے ہیں — اُس سے اصلاً نہیں ہوں واقف مَیں
پھر تو آپس میں ہم وہ ایک ہی تھے — جیسے ملتے ہیں ویسے مل بیٹھے
حق تعالیٰ انھیں رکھے خورسند — نکلے وہ دوست کے مرے فرزند
اقربا کا سب اُن کے ذکر آیا — اور والد کا ان کے نام سنا
میں کہا وہ مرے بڑے ہیں دوست — ایک جاں ہیں ، جو کیا ہیں دو ہیں پوست
کھُل گیا حال پھر چھُپا نہ رہا — آپ کی دل لگی کا حال سنا
اور غزل جس کی شان میں تھی لکھی — دیکھا اُس کو بھی اور اُس کو بھی
تم نے چاہا جسے چھلاوا ہے — قد قیامت غضب کا مکھڑا ہے
بال اُس کے وبالِ جاں کہیے — دل میں آتی ہے بس الجھ رہیے
آنکھ پر اُس کے چشمِ قدرت ہے — بھر نظر کوئی دیکھیے قدرت ہے
ناک ہے اس کے منھ پہ یا کہ چھڑی — چشمۂ آفتاب پر مچھلی

مسی مالیدہ لب اگر دیکھے — خضر بھی ہو تو راہ کو بھولے
سرو کو اس کے قد سے نسبت کیا — کہ نمونہ ہے اک قیامت کا
میری اور آپ کی حقیقت کیا — کام ہی ایک ہے نظارا کا

[۲۴۳ب]

ہے حقیقت میں نور کا ٹکڑا — ہے سراپا وہ نور کا پُتلا
گر سراپا لکھوں تو دور نہیں — رشک ہو آپ کو ضرور نہیں
کیوں ہے دل کا معاملہ بے ڈھب — شبہہ آوے نہ آدمی کو عجب
اور غزل جو لکھی سو کیا کہنا — ایسا شاعر تو دیکھا اور نہ سنا
شاعری ہے کہ ساحری کیا ہے — ہر سخن ایک سامری زا ہے
خوشہ چیں آپ کا ہے خاقانی — کون ہے پھر کہ ہو تیرا ثانی
روشنی دار انوری ہے ترا — راستی پر ہے راست قول مرا
فیض یاب ایک تیرا فیضؔی ہے — ذرّہ تیرا ذرا ظہوری ہے
عنصریؔ، عسجدیؔ و فردوسیؔ — آرزو مند تیرے ہیں یہ سبھی
تیرا پس خوردہ کھا کے خوان کا ہاں — بن گیا ہے وہ ایک نعمت خاں
وہ ظہیری جو فاریابی ہے — تیرے وہ خوان کی رکابی ہے
وہ جو اک نورعین واقف تھا — خاکِ دَر سے ترے بنا بینا
تیرا ثانی نہ اتنے ساروں میں — دو ہیں اہلی سو اہل کاروں میں
تھا جو سودا وہ ایک سودائی — تجھ کو خوش اس کی بات کب آئی
کیا منسوخ تو نے ناسخؔ کو — خاک جل کر ہوا ہے آتشؔ تو
کیا اسدؔ گیری تیرا کار ہے یہ — تیرے بیشہ کا اک شکار ہے یہ
برق کیا، طور کیا ہے، کیا گویا — ان کا کہیے تو مرتبہ ہے کیا
رند ایک رند ہے خراباتی — اُس کو اک بات تک نہیں آتی
جرأت اتنی کہاں تھی جرأت کی — جو کبھی عمر بھر ہو جرأت کی

[۲۴۴الف]

بات سب دیکھ لے امانت کی — تیرے مضمون سے خیانت کی
تھا جو مومن وہ اک مسلماں تھا — تیرے دَر کا وہ ایک درباں تھا
سن کے تیرے کلام کو ممنوںؔ — دل و جاں سے ہوا ہے کب مفتوںؔ
میرؔ کی میری یاں نہیں چلتی — سوزؔ کی طبع جلتی ہے ہلتی (کذا)

دردؔ بھی درد سے ہیں بس دم سرد		تیرے اشعار سن کے یہ پُر درد
گرم تھی گرچہ بس ہے گرما گرم		روبرو تیرے بس رکھی ہے شرم
تھا نظیرؔ و نصیرؔ بھی کچھ چیز		حوصلہ جس میں ہو کرے وہ تمیز
ذوق سے طبع کے ترے ہاں ذوق		شوق سے قبر میں رکھے ہے شوقؔ
عرض اک اور ہے جو ہووے معاف		منھ پر آتی ہے اب کہوں گا صاف
آپ جے پور آئے ، آئے نہیں		دل تو اٹکا تھا ٹونک ہی میں کہیں
ہوش بَر کوئی واں تمھارا ہے		یہ تو اک بات آشکارا ہے
بات ہے یہ تو ایک سیدھی سی		ہے کسی سے تمھاری خوب سدی
سب کی الفت تمھیں بھلا دے گی		ہے ہَوا تیز تیرہ صدی کی
مجھ ہی پر کچھ فقط نہیں موقوف		ہے نہیں کیا مجھے تمیز و وقوف
اور بھی دوست و آشنا سارے		ہیں شکایت میں آپ سے بارے
خیر اس کا نہیں گلہ ہم کو		ہاں جو دل ہی سے دو بھُلا ہم کو
میرے لائق جو کار ہو تو سدا		مجھ کو لکھتے رہیں جناب ذرا
دوست خالص سمجھ کے مجھ کو ضرور		بے تکلف لکھیں نہ ہو گا قصور

[۲۴۴ب]

کہ سرو چشم سے بجا لاؤں		دل سے حاضر کروں جہاں پاوں
نامہ دوستی ہوا ہے تمام		میرے سب دوستوں کو پہنچے سلام
کیوں کہ یک جا معاش رکھتے تھے		ایک جا بودو باش رکھتے تھے
یاد ان سب کی جب ستاتی ہے		یہ غزل ہی زبان پہ آتی ہے

غزل

جمع یکجا ہووے تھے کیا احباب		ہو گئے ہاے کیا جدا احباب
تھا نہ کچھ رنج نے کدورتِ دل		سب تھے آئینہ ساں صفا احباب
جھنجھنوں میں گزرتے تھے اوقات		کیا ہی خوش خوش تھے آشنا احباب
سیرِ باغ و بہار ہوتی تھی		خندہ کرتے تھے کھِلکھلا احباب

ہم تو سلطاںؔ کہیں گے مَر کر بھی
آشنا یا حبیب یا احباب

ہیں جو مشفق مرے نصیّر الدیں — اُن کی تم کو اگر خبر ہو کہیں
تو ضرور اُن کا حال لکھیے گا — مجھ کو مرہون جان منّت کا
مولوی ہیں جو سید انعام — میرے استاد ہیں وہ نیک انجام
دَرِ رحمت ہو اُن کے اوپر باز — میرا پہنچے انھیں سلام و نیاز
ہیں جو وہ مولوی محمد یار — شاعرِ بے بَدَل ہیں اور طرّار
میرے استاد زادہ ہوتے ہیں — وہ بزرگ اور اُن کا خورد ہوں میں
اُن سے دعوا بردارانہ ہے — واقف اس حال سے زمانہ ہے
ہو گی تکلیف اتنی تم کو ذرا — اُن کو کہنا سلامِ شوق مرا
اور جو دوست و آشنا ہیں تمام — پہنچے اُن کو سلامِ خیر انجام
اور جو میرے حال کو پوچھیں — آپ اُن سے سلام میرا کہیں
اور یہ کہدیں کہ وہ بہت خوش ہے — بس دعا کی امید ہے تم سے

ہے یہی وِرد اُس کا صبح و مسا
حق سے کرتا ہے سب کے حق میں دعا

O

فیض بخشائے خَلق و فیض رساں — قبلہ و کعبہ ، صاحبِ ایماں
اے خداوند نعمت و اکرام — حق تعالیٰ تجھے رکھے مادام
روز افزوں ہو تیرا جاہ و جلال — حق تعالیٰ کرے بڑھے اقبال
مشفق حال فدویٔ سلطاں — حق تعالیٰ کی تجھ پہ حفظ و اماں
بعد گلدستۂ نیاز تمام — می رسانم سلامِ خیر انجام
چہ سلامی سلامِ عجز و نیاز — چہ سلامی سلامِ سوز و گداز
چہ سلامی سلامِ روح فزا — چہ سلامی، سلامِ خیریت
چہ سلامی سلامِ عافیت — چہ سلامی سلامِ صدق و صفا
چہ سلامی سلامِ با دل ریش — چہ سلامی سلامِ خیر اندیش
چہ سلامی کہ خیریت با او — چہ سلامی کہ عافیت با او

[۲۴۵ب]

چہ سلامی چو صبح نور افزا — چہ سلامی چو مہر نور و ضیا
چہ سلامی کہ با نیاز توام — چہ سلامی کہ با نماز توام

چہ سلامی کہ پس زیاد زیاد — چہ سلامی کہ صد سلامت باد
خیرت ہے جناب کی مطلوب — عافیت ہے جناب کی مرغوب
شوق پا بوس دل کو از حد ہے — شوق پا بوس حد سے بے حد ہے
چرخ سے گاہ کچھ شکایت ہے — بخت سے گاہ کچھ حکایت ہے
کبھی کہتا ہوں یہ کہ واہ رے بخت — کبھی کہتا ہوں یہ کہ آہ رے بخت
چرخ سے یہ کہ کیا کیا تو نے — دور سرکار سے رکھا تو نے
میں کہاں دورئ جناب کہاں — اتنی باللہ کس کو تاب و تواں
پائے بوسِ سدا حضور رہوں — چاہتا یہ نہیں کہ دور رہوں
پَل بھی گزرے ہے ایک ماہ و سال — آہ دوری نے کر دیا پامال
ہر گھڑی آپ کا فسانہ ہے — ہر زماں آپ کا ترانہ ہے
آپ و دانہ سے پَر میں ہوں مجبور — اس میں تدبیر کچھ تمھیں ہے ضرور
ناموافق ہے یاں کی آب و ہَوا — بس تپَہ اس نے مجھ کو کر ڈالا
میں یہیں اور یہ جھنجھوں ہو گا — رفتہ رفتہ کبھی جنوں ہو گا
جو کہ الامر بھی ہے فوقِ ادب — تابع حکم ہے یہ فدوی اب
نوکری میں دریغ سر سے نہیں — اس میں کب ہو سکے ہے عذر کہیں
پَر میں ممنون اور ہوں مشکور — دور ہوں دور بخت سے مجبور

[۲۴۶ب]

کر چکا عرض حال تو یہ تمام — خاتمہ ہے دعا پہ اور سلام
حق تعالی تجھے رکھے خورسند — اور خوش خوش رہیں تیرے دل بند
عمر سے جاہ اور مراتب سے — چین ہو چین تجھ کو ان سب سے
تیرے جمشید سے نگہباں ہوں — اور دارا سے تیرے درباں ہوں
تیرے خسرو سے ہوویں خدمت گار — اور طیومرث سے ہوں ایک ہزار
تیرا پابوس اک زمانہ ہو — سجدہ گہ تیرا آستانہ ہو

تجھ پہ امداد حق تعالی ہو
یا علی تیرا بول بالا ہو

O

مصدرِ فیض و منبع اکرام — حق تعالیٰ تجھے رکھے مادام

مطلع فیض و نیّرِ اقبال		باد اقبالِ تو بہ جاہ و جلال
بعد از بس نیاز و بس تسلیم		خوش رہیں آپ خوش بہ ربِ کریم
آپ شایانِ لطف و احساں ہیں		آپ قبلہ ہیں، قبلۂ جاں ہیں
آپ کا فیض دائما جاری		ہوں عدو آپ کے سدا ناری
عالم فیضانِ دَر سے تیرے سدا		پرورش یاب ہوں جو ہیں غربا
تیرے انعام اور تیرے اکرام		ہو کہ خَلقِ خدا پہ ہوویں عام
میں نمک خوار آپ کا ہوں مدام		خیر خواہی سوا نہیں کچھ کام
تیرے ابرو کا جو اشارا ہوا		قفلِ امید اس سے کھلتا ہو
نوکری میری فضلِ یزداں سے		آپ کے لطف اور احساں سے

[۲۴۶ب]

ہوگئے زمرۂ طبیبوں میں		خوش ہوں اب چین سے جبیبوں میں
آپ کا کہنا کیا کچھ ایسا تھا		کہ دل میں خستہ یوں ہی رہ جاتا
بارِ احساں سے پشت خم ہوں میں		تیرا ممنون دَم بہ دَم ہوں میں
غم سے مجھ کو نجات آپ نے دی		جانتا ہوں حیات آپ نے دی
اطلاعاً مری گذارش ہے		کہ یہ بس آپ کی نوازش ہے
گر کرم آپ کا نہیں ہوتا		جانے بیکار کب تلک رہتا
خوب ہی دست گیری آپ نے کی		کیا ہی اللہ نے مری سن لی
جو کہ واجب تھا ، حق تھا ، عرض کیا		کام کیا مجھ کو اب دعا کے سوا
جب تلک آفتاب ہو روشن		ہو ترے فیض کا چمن گلشن

عرضی از خاص فدویٔ سلطاںؔ
پیش گاہ جناب میں ہے رواں

O

مضمون عرضی

مصدرِ خُلق و منبع الطاف		قبلۂ عدل و کعبۂ انصاف
عالم و عاملِ زمانہ توئی		کامل و عارفِ یگانہ توئی
حامی دینِ پاکِ مصطفوی		ناجی بدعتِ خفی و جلی
دینِ پاکِ محمدیؐ کی پناہ		شرع و اسلامِ احمدی کی پناہ

باد اقبال و جاہِ تو دایم   سایۂ دولت آپ کا قایم
بعد گلدستۂ سلام و نیاز   عرض فدوی کی ہے یہ بندہ نواز
آپ قانون دانِ شرع متیں   آپ سا دوسرا نہیں ہے نہیں
قدر داں آپ ہیں شریفوں کے   دست گیر آپ ہیں نحیفوں کے
خاص خُلقِ محمدیؐ داری   تجھ پہ انعامِ ایزدِ باری
مرجع خَلق آستاں تیرا   ہے زمین بوس آسمان تیرا
ہے ثنا خوان اک جہاں تیرا   شہرہ پہنچا کہاں کہاں تیرا
ہے تیرا اک جہان شیدائی   تو نے کیا دولتِ سخا پائی
.... کیا نام حاتم طائی   تجھ سے حاتم کی روح شرمائی
ان دنوں ہے جو بسکہ بے کاری   توڑے دیتی کمر ہے ناداری
نہیں بَر جاہیں میرے ہوش و حواس   آنکھیں دکھلا رہا ہے بس افلاس
ہے مسیحائی آپ کے لب میں   دیر کیا کچھ ہے میرے مطلب میں
لب ہلانے میں کام ہوتا ہے   آپ کا اور نام ہوتا ہے
آپ کی ہے زبان میں تاثیر   آپ کے منھ ..... وگال اکسیر
ایک اجرِ عظیم ہی لو گے   گر کسی جا پہ لب ہلا دو گے
خوش بھی ہووے گا ہس کریم و رحیم   اور ہووے گا ایک اجرِ عظیم
ہوتا بے شک لکھا ہے قسمت کا   آپ فرمائیں اور نہ ہووے کیا
یہ تو للّٰہِ ہی کار کر دیجیے   برسرِ روزگار کر دیجیے
عرض مطلب تو کر چکا ہوں تمام   خاتمہ ہے دعا پہ اور سلام

دولت و جاہ و عزت و اکرام
حق تعالٰی کرے رہے مادام

O

نامۂ شوق

اے مہ مہوشِ نگارِ جہاں   اے گلِ تازۂ بہارِ جہاں
مصرِ الفت کی تو زلیخا ہے   قیس منشوں کی تو ہی لیلا ہے
تیرا یہ حسن بے زوال رہے   جب تلک تو رہے کمال رہے
خیریت ہے یہاں تو خیریت   پر تیری خیریت کی ہے چاہت

تیری ہی خیریت کا خواہاں ہوں   تیری ہی خیریت کا جویاں ہوں
تیری ہی خیریت مجھے مطلوب   تیری ہی خیریت مجھے مرغوب
ہجر میں تیرے آہ وزاری ہے   اشک آنکھوں سے ہے کہ جاری ہے

[۲۴۷الف]

روتے روتے گزرتے ہیں اوقاتِ   ایک ساون ہے ایک سی ہے رات
دن کے دکھ کیسے کیسے سہتے ہیں   رات کا سونا کس کو کہتے ہیں
بیٹھی جاتی ہے غم سے اب چھاتی   نیند کو سوں نظر نہیں آتی
کام دن رات آہ وزاری سے   عمر گزاری ہے ایک خواری سے
لکھنا پڑھنا بھی طاق پر رکھا   تیرے ہی نام کا ہے وِرد سدا
نام لے لے کے تیرا جیتا ہوں   نام جینے کا ہے پہ مرتا ہوں
جو مجھے دیکھتا ہے کہتا ہے   حال کچھ کیا تمھارا رہتا ہے
کوئی کہتا ہے مجھ کو اے سلطاں   کیا ہوا تجھ کو تو کہاں ہے کہاں
کوئی کہتا ہے سن تو اے سلطاں   ساری حکمت تیری گئی وہ کہاں
کچھ تو بولو اجی کہو کچھ تو   اُس کا ہووے علاج کچھ تو ہو
گر کسی نے کہا ہو کچھ تم کو   اس کا فی الفور ابھی تدارک ہو
گر کسی شے کی تم کو ہو درکار   بے تکلف اُسے کہیں سرکار
اُس کے آنے میں دیر کیا گی   بس ابھی تو وہ حاضر آ ہوگی
اور گر طبع آگئی کہیں   اُس کا بھی کچھ مضایقہ تو نہیں
اُس کی بھی راہ کچھ نکالیں گے   دل کو تو آپ کے سنبھالیں گے
پر میں کہتا ہوں کچھ نہ سنتا ہوں   منھ کو بس بیٹھا بیٹھا تکتا ہوں
کچھ کسی کے نہیں سخن کا جواب   ایک آفت میں ہے ہر اک احباب
ہجر نے تیرے یہ کیے سب کام   آگے اب دیکھیے ہو کیا انجام

[۲۴۷ب]

الفراق ! الفراق ! لب پر ہے   جان پر آبنی ہے اب ہے ہے
جب بہت یاد تیری آتی ہے   بے قراری زبس ستاتی ہے
بے قراری میں شعر پڑھتا ہوں   بسر اوقات ایسے کرتا ہوں

شعر

کوئی آفت ہے یا بلا ہے فراق   نہیں معلوم یہ کہ کیا ہے فراق

تجھے وصل صنم سے ہوگی سزا | سر مگر ہاں تیرا پھرا ہے فراق
آخر اک روز مار رکھے گا | روز سلطاں کہیں بھلا ہے فراق

شوق ہے تیرا گر لکھے جاوں
فرصت اک دم نہ عمر بھر پاوں

اور پوری نہ ہو کسی صورت | خرچ گو اس میں لاکھ ہو حکمت
حرفِ مطلب پہ اب میں آتا ہوں | حال کچھ کچھ تمھیں سناتا ہوں
نامۂ شوق جب تیرا آیا | عالم اک روح کا سا دکھلایا
جان اک جسم زار میں آئی | اک سلیمان کی سی مہر پائی
اُس کو ہاتھوں میں لے کے چوم لیا | اُس کو آنکھوں سے پھر لگانے لگا
تاب پڑھنے کی اُس کے تھی کس کو | آتے ہی کھو دیا تھا مجھ کو تو
پڑھ سنایا اک اور ہمدم نے | بس جی ! بے چین کر دیا غم
منھ پہ اُڑنے لگی ہوائی سی | موت آئی نظر میں آئی سی
غش پہ غش پھر تو ایک طاری تھا | موت کا ساپسینا جاری تھا
آگئی تیرگی اک آنکھوں میں | چھا گئی تیرگی اک آنکھوں میں
کوئی دوڑا دوا کو جاتا تھا | عطر لا کر کوئی سنگھاتا تھا

[۲۴۸الف]

صَرف یک شیشۂ گلاب ہوا | جب ذرا کچھ تو ہوش میں آیا
بعد عرصہ کے جب ہوئی تسکیں | عقلِ رفتہ یہ بولی آکے قریں
دیکھ تو خط کو کچھ لکھا تو نہیں | ہو کسی تحفہ کی طلب نہ کہیں
یاں تو غفلت ہی رہوی غفلت میں | فرق آجائے ساری حکمت میں
دل میں کچھ اور ہی نہ واں ٹُل جائے | باب شکوہ کا ہو نہ پھر کُھل جائے
بس اُسی وقت خط کو پھر جو پڑھا | حال سب کُھل گیا ، چھُپا نہ رہا
پس صدوپنج اشرفی اُس دم | کی رواں ہنڈوی کو کر کے رقم
اور قریب آئے روزِ عیدِ سعید | جلد لکھیے گا آپ اس کی رسید
تاکہ کچھ خرچ اور بھیجا جائے | کام میں ہو تو وقت پر آجائے
اور سب چیز عید کی اوپر | حاضر آتا ہے معتمد لے کر
کیوں کہ جو ہے وہ معتمد میرا | ہے وہ بیمار کیا قصور اس کا
ورنہ آنے میں دیر ہوتی کیا | آج ہی وہ روانہ ہو جاتا

ایک دو دن کی دیر تو ہے ضرور		عفو رہوے مرا اور اس کا قصور
ہو نہ خط کے جواب میں تاخیر		تا نہ گھبرائے یہ دلِ دل گیر
مجھ کو ویسے نہ دور سمجھو گی		خیریت تو ضرور لکھو گی

نامۂ شوق ہو چکا ہے تمام
تیری ہم جولیوں کو تجھ کو سلام

[۲۴۸ب]

Abstract

Mathnawi Nama-e- Shauq is written by Hakeem Sultan Rampuri, a pupil of a distinguished court poet Dhauq Dehlawi. His collection of poetry was complied in 1868/1285 and a rare copy of its manuscript is preserved in Muzammil Collection in Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University. The present writer has edited this Mathnawi, Nama-e- Shauq which covers some 9 pages of the Diwan of this poet Sultan Rampuri.

It is a love poem addressed to the beloved in the form of a letter. The present writer is obliged by Nawab Rehmatullah Khan Sherwani (Aligarh) care taker of the Collection, who allowed him to consult Diwan and edit this Mathnawi.